حکمران ہو تو ایسا ہو

محمد داؤد صدیقی۔ کریس

حضرت ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم رحمہ اللہ قبیلہ قریش کے خاندان بنی امیہ کے چشم و چراغ تھے۔آپ کی والدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی ام عاصم رحمہا اللہ تھی۔

آپ 63ہجری میں پیدا ہوئے اور ناز و نعمت میں پرورش پائی۔والد گرامی نے آپ کو تعلیم و تربیت کے لئے مدینہ کے مشہور فقیہ و محدث صالح بن کیسانؒ کے حوالے کر دیا۔حج کے موقع پر والد صاحب نے ان سے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا'': مجھے آج تک اس جیسا بہترین شاگرد نصیب نہیں ہوا۔''امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ ہمیشہ حکمرانوں کے دربار سے دور رہتے تھے،مگر آپ کے پاس بلا تکلف جایا کرتے تھے۔

انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۹۲ھ)،السائب بن یزید رضی اللہ عنہ (۹۱ھ)،عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ (۸۰ھ)اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۹۰ھ)کے علاوہ جلیل القدر علمائے تابعین رحمہم اللہ سے کتاب و سنت کا علم حاصل کیا۔اور سرکاری ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ علم دین کی تعلیم واشاعت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

علمائے اہل سنت آپ کے عہد زرین کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے انہیں صحیح معنوں میں امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔ (عبدالوہاب خان)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حیات پاک ہر اس شخص کیلئے جسے اللہ تعالیٰ حکمران ہونے کا شرف بخشے،ایک بہترین نمونہ ہے،اسی طرح آپ کی وفات بھی ہر فانی شخص کے لیے نمونہ ہے۔ذیل میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پانچویں خلیفہ سے متعلق ایسی گفتگو پیش کریں گے۔جو کستوری سے زیادہ خوشبودار اور خوش رنگ باغیچے سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔آپ کی بے مثال سیرت اس خوش رنگ و دلکش باغ کی مانند ہے،جس میں آپ جہاں بھی فروکش ہوں،وہیں آپ کو دلکش پھول اور خوش ذائقہ پھل دکھائی دیتے ہیں۔ان کی سیرت سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔اس دلفریب باغیچے میں سے چند کلیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلافت راشدہ کے 58 برس بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔پوری دنیائے اسلام میں یہی وہ بزرگ ہستی ہے،جس نے بادشاہی کو ختم کر کے پھر خلافت راشدہ کا دور تازہ کرنے کی سعی فرمائی اور اپنے عہد خلافت کو خلافت راشدہ کے ساتھ ملا دیا۔(مختصر تاریخ اسلام:۱۶۴ غلام رسول مہر)

جب خلیفہ ولید نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تو آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر گورنری منظور کرتا ہوں کہ مجھے پہلے

گورنروں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا آپ حق پر عمل کریں خواہ خزانہ خلافت کو ایک پائی بھی نہ ملے۔ آپ رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی علماء کرام واکابرین کو جمع کیا اور فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کو کہیں بھی کوئی ظلم نظر آجائے تو مجھے فوراً اس کی اطلاع کردیں۔ جب تک آپ رحمہ اللہ مدینہ کے گورنر رہے، کسی شخص نے آپ سے عدل، نیکی، فیاضی اور ہمدردی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک رحمہ اللہ کی آخری بیماری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو شک ہوا کہ کہیں وہ آپ کو اپنا جانشین نہ بنائے، گھبرائے ہوئے رجاء بن حیوۃؒ کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت وزیراعظم تھا، اور فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ خلیفہ سلیمان نے میرے حق میں وصیت نہ کردی ہو، آپ مجھے اس بات سے ابھی آگاہ کردیں، تاکہ میں ابھی استعفیٰ دیکر سبکدوش ہوجاؤں اور وہ اپنی زندگی میں کسی اور کو اپنا قائم مقام بنا کر جائیں۔ لیکن رجاء بن حیوۃ نے آپ کو ٹال دیا۔ مگر جب وصیت نامہ سامنے آیا تو آپ کا خطرہ صحیح ثابت ہوا۔ اس وقت سلیمان دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ یوں آپ رحمہ اللہ اس کی وصیت کے مطابق خلیفۃ المسلمین قرار پائے۔

ماہ صفر 99ھ میں سلیمان کی وفات کے بعد آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوگئی تو آپ نے عام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: ''اے لوگو! میری خواہش اور تمہاری استصواب رائے کے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے، میں تمہیں اپنی بیعت سے خود ہی آزاد کیے دیتا ہوں، تم لوگ جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کرلو۔'' مجمع سے بالاتفاق آواز آئی: امیر المؤمنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں۔ فرمایا: ''صرف اس وقت تک جب تک میں اطاعت الٰہی کی حد سے قدم باہر نہ رکھوں۔'' اب آپ کو شاہی سواریاں پیش کی گئیں کہ محل شاہی میں تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا: ''نہیں، واپس لے جاؤ۔ میری سواری کے لیے اپنا خچر کافی ہے۔''

جب آپ دارالخلافہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو حسب دستور کوتوال نے نیزہ اٹھا کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا، مگر آپ نے اسے بھی وہیں روک دیا اور فرمایا: ''میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔'' اور جب آپ یہ ذمہ داری سنبھال کر اپنے گھر لوٹے تو آپ کے مغموم اور افسردہ چہرے کو دیکھ کر آپ کی ایک لونڈی نے کہا: ''آقا! آج آپ معمول سے زیادہ مغموم اور پریشان نظر آتے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آج مجھ پر فرض عائد کردیا گیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا حق اس کے مطالبے کے بغیر ادا کردوں۔ آج میں مشرق ومغرب کے ہر یتیم ومسکین کا اور ہر بیوہ ومسافر کا جوابدہ بنا دیا گیا ہوں۔ پھر مجھ سے بڑھ کر قابل رحم اور کون ہوسکتا ہے؟!''

آپ رحمہ اللہ نے سلطنت کے تمام ظالم عہدیدار جن کے مزاج بگڑے ہوئے تھے، دائرہ نظم ونسق سے الگ کردیے

عوام پر سے ہر قسم کا تشدد یک لخت ہٹا دیا۔ آفیسران اور پولیس نے کہا جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑیں اور سزائیں نہ دیں، وارداتیں بند نہیں ہوں گی۔ اس پر آپ نے سب کو ایک ایک رقعہ لکھ بھیجا: "آپ لوگ صرف حکم شریعت کے مطابق لوگوں سے مؤاخذہ کریں۔ اگر حق وعدل پر عمل کرنے سے وارداتیں نہیں رکتی تو اسے جاری رہنے دیں۔"

اسی دوران خراسان کے گورنر کا خط آیا کہ یہاں کے باشندے سخت سرکش ہیں، تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز ان کی سرکشی کو دور نہیں کر سکتی۔ آپ نے جواب بھیجا: "آپ کا خیال بالکل غلط ہے، بے لاگ حق پرستی اور عدل گستری انہیں ضرور درست کر سکتی ہے۔ اب آپ اسی کو عام کیجیے۔" اور آپ نے یہ فرمان بھی جاری کیا تھا: "اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیے کا ایک درہم بھی وصول نہ کیا جائے۔" اس حکم کے ساتھ ہی ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے۔

حیان بن شریح نے رپورٹ کی کہ آپ کے فرمان سے لوگ اس کثرت سے مسلمان ہونے لگے ہیں کہ جزیہ کی آمدنی ہی ختم ہو گئی ہے۔ اور مجھے قرض لے لے کر مسلمانوں کی تنخواہیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ آپ نے جواب بھیجا: "جزیہ بہر حال موقوف کر دو اور یہ سمجھو کہ حضرت محمد ﷺ ہادیٔ راہ بنا کر بھیجے گئے ہیں، محصل خراج (ٹیکس لینے والا) بنا کر نہیں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور ہماری تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ ہم اپنے ہاتھ سے کمائیں اور کھائیں۔"

ایک دفعہ خبر آئی کہ سلطنت کا دفتری عملہ شاہی احکام کے اجراء میں کاغذ، قلم، دوات اور لفافے خوب استعمال کرتا ہے تو آپ نے اس فضول خرچی اور نمائش کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اور ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ اور دوسرے اہلکاروں کو لکھا: "تم وہ دن یاد کرو جب تم لوگ اندھیری رات میں روشنی کے بغیر گھر سے مسجد نبوی جایا کرتے تھے۔ آج تمہاری حالت اس سے بہتر ہے۔ اپنا قلم باریک کر دو، سطریں قریب قریب لکھا کرو، دفتری ضروریات میں کفایت شعاری برتو۔ میں مسلمانوں کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا جس سے ان کو براہ راست کوئی فائدہ نہ ہو۔"

آپ نے ماہ رجب 101ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت صرف 2 برس، 5 ماہ رہی۔ اس مختصر مدت میں عوام الناس نے یوں محسوس کیا کہ زمین وآسمان کے درمیان عدل کا ترازو کھڑا ہو گیا ہے اور فطرت الٰہی خود آگے بڑھ کر انسانیت کو آزادی، محبت، اخوت اور خوشحالی کا تاج پہنا رہی ہے۔ لوگ ہاتھوں میں خیرات لیے پھرتے تھے، مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا۔ لوگ ناظم بیت المال کے پاس عطیات کی رقمیں بھیجتے تھے، مگر وہ عذر کرتے تھے کہ یہاں کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا اور عطیات واپس کر دیتے تھے۔

عدی بن ارطاۃ نے فارس سے خط لکھا: ''یہاں خوشحالی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام لوگوں کے کبر و غرور میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔'' آپ نے جواب بھیجا: ''لوگوں کو اللہ کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دینا شروع کر دو۔''

یہ سب کچھ اس کے دور میں کیونکر ہوا؟ یہ اس کے عدل و انصاف کا نتیجہ نہیں تھا تو اور کیا کارنامہ ہو سکتا ہے؟!

آج کل کے حکمرانوں کو چاہئے کہ کسی دوسرے ملک کی (خاص طور پر دشمن ملکوں کی) تقلید کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کے کارناموں پر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ کسی قوم کے عروج و زوال کی اصل بنا کیا ہے۔

(انسانیت موت کے دروازے پر: ۱۵۸ ابو الکلام آزاد)

اقوال زرین

۱۔ خود کو فتح کرنا (نفس پر قابو پانا) سب سے بڑی فتح ہے۔

۲۔ زندگی ایک کہانی ہے، جس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کتنی **طویل** ہے، بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ کتنی **دلچسپ** ہے۔

۳۔ ہر چمکتی چیز ''سونا'' نہیں ہوتی۔

۴۔ جواب دینے میں جلدی نہ کرو، ورنہ آخر میں ندامت ہوگی۔

۵۔ بدترین جھوٹ وہ ہے جس میں سچ کا شائبہ شامل ہو۔

۶۔ بولنے میں نرمی سے کام لو، کیونکہ اگر بلند آواز سے کوئی گھر بن سکتا تو گدھا ایک دن میں دو گھر بنا لیتا۔

۷۔ بہترین عقلمندی ایمان کے بعد لوگوں سے محبت ہے۔

۸۔ غصے کا بہترین علاج خاموشی ہے۔

(مجیب الرحمٰن خلیق۔ آرمی پبلک سکول سکردو)